

پنجاب یونیورسٹی کی نئی مطبوعات

محمود نامہ

از

محمود لاہوری

مرتبہ: ڈاکٹر محمد بشیر حسین

(دولت ایران گرانٹ فنڈ کے تحت شائع ہوئی)

قیمت مجلد: درج نہیں — غیر مجلد: ۳۰ روپے

ملنے کا ہتہ:

سیکرٹری دولت ایران گرانٹ فنڈ کمیٹی

شعبہ فارسی پنجاب یونیورسٹی (اورینٹل کالج) لاہور

غرة الزیجات

(کرن تلک)

از

البیرونی

فضل الدین قریشی (مرحوم) کے انگریزی ترجمے،

حواشی اور تصحیح متن کے ساتھ

قیمت مجلد: ۵ روپے — غیر مجلد: ۴۰ روپے

ملنے کا ہتہ:

پنجاب یونیورسٹی سیاز ڈپو، اولڈ کیمپس، لاہور

ابو سعادت جلیلی

مثنوی ”کلیله و دمنہ“ قانعی

شاید اس میں زیادہ حیرت کی بات نہیں کہ دنیا کی متعدد زبانوں کے ادب میں پھیلے ہوئے ”کلیله و دمنہ“ کے سلسلے کے اس مشہور و معروف حکایاتی لٹریچر کے چند بڑے اہم فارسی اجزاء زمانے کی دھمت برد یعنی مسلسل سیاسی رستاخیز اور حکومتوں کے تصادم اور انقلابات کے نتیجے میں مفقود بلکہ معدوم تک ہو گئے۔ حسین واعظ کاشفی کی ”انوار سہیلی“ اور جوش کے پردادا فقیر محمد خان گویا کے اس ترجمے موسومہ ”ہستان حکمت“ کے حوالے سے اس داستانی ادب کا ہمارے ہاں بھی بڑا چرچا رہا۔ تاہم جیسے اس سلسلے کی کئی منظوم و منثور فارسی کتابیں جنہوں نے اپنے اپنے عہد تخلیق کے لٹریچر میں بڑا مرتبہ پایا آج بالکل ناباب ہیں۔ اسی طرح اردو نظم اور نثر کی قریب ایک درجن دوسری تصانیف یا مترجمہ تالیفات بھی گوشہ گم ناسی میں مستور ہیں۔ مساوی طور پر عجیب یہ امر بھی ہے کہ گذشتہ صدی کے ڈاکٹر سید علی بلگرامی کے مختصر لیکچر کے کتابی ایڈیشن کے بعد سے راقم کی حقیر معلومات کی حد تک اردو کیا خود فارسی میں بھی سلسلہ ”کلیله و دمنہ“ کے حکایاتی ادب کی تاریخ کی تحقیق اور ترتیب و پیش کش پر کوئی مستقل تصنیف تا حال شائع نہیں ہوئی ہے۔ معاصر علماء و محققین کے من جملہ ایرانی اسکالر استاد عبدالعظیم قریب مصصح ”کلیله و دمنہ“ بہرام شاہی نے ابو المعالی نصر اللہ مستوفی کے اس صدیوں سے رائج واحد ترجمہ ابن مقفع کے بسیط مقدمے میں اور ہندوستانی فاضل پروفیسر گیان چند جین نے ”اردو کی نثری داستانیں“ نامی اپنے ڈاکٹری تھیسس میں اس داستانی لٹریچر کی کچھ مفقود الخیر کڑیوں کی نشان دہی کی ہے۔ انگریزی میں بھی گذشتہ صدی کی پروفیسر بین فای کی وقیع تحقیق اور شجرہ نویسی کے بعد ”کتھا سرتا ساگر“ (مترجمہ ابن۔ ایم۔ پنٹر N. M. Penzer موسومہ Ocean of Story) کے سی۔ ایچ۔ ٹانی C. H. Tawney ایڈیشن کی جلد نمبر ۵ پر ڈینی سن راس مبسوط مقدمے اور ”انسائیکلو پیڈیا آف اسلام“ میں مستشرق سی براکمن کے مفصل مقالے موسومہ ”کلیله و دمنہ“ کے علاوہ کوئی مستقل کتاب اغلب ہے کہ نہیں آئی ہے۔

صحت امروز میں فارسی ادب کے ایسے ہی گم شدہ کارناسوں میں سے فی الوقت

بی۔ ۱۲۶، بلاک نمبر ۱۰، گلشن اقبال، کراچی نمبر ۷۷۔

تقریباً گم نام لیکن اپنے وقتوں کے ناسور شاعر قانعی کے منظومہ ”کلیلہ و دمنہ“ کا تذکرہ مقصود ہے۔ ادبیات فارسی کی تاریخ میں اس حکایاتی سلسلے کی سب سے اہم گم گشتہ کتابوں میں سے ابو نصر سامانی اور اس کے وزیر ابوالفضل بلعمی کے عہد کا نثری ترجمہ ”کلیلہ و دمنہ“^۱ اور اس پر مبنی مثنوی ”کلیلہ و دمنہ“ رودکی ہے۔ رودکی کے منظومے کے کوئی ایک سواشعار استاد معید نفیسی نے ”احوال و اشعار رودکی“ میں اسدی کی ”لغات الفرس“ اور دیگر مآخذ سے بازیاب کیے ہیں جب کہ زیر نظر مثنوی ”کلیلہ و دمنہ“ قانعی کے واحد نسخے میخزونہ برٹش میوزیم سے ایک انتہائی قلیل حصہ مستشرق راس^۲ نے ایک عربی^۳ مثنوی کے ساتھ ایران باستان کی افسانوی شخصیت حکیم برزوئیہ یا برزجمہر کی حقیقت و اصابت پر تحقیق کے تعلق سے محض ضمنی طور پر اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز کے بلٹن میں شائع کیا۔

ریو^۴ کے مطابق ”کلیلہ و دمنہ“ قانعی کا تاحال دریافت واحد خطی نسخہ نمبر ADD 7766 برٹش میوزیم کے شعبہ مشرقی مطبوعات و مخطوطات میں محفوظ ہے۔ یہ مخطوطہ ۶۸۳ھ مطابق ۱۲۵۹ء کا لکھا ہوا ہے۔ ریو نے قانعی کا نام اس کے ہم عصر افلاکی^۵ کے حوالے سے امیر بہاء الدین نیز پروفیسر قریب^۶ نے امیر بہاء الدین احمد قانعی بتایا ہے۔ غزالی اور نظام الملک کے مولد اور خراسان کے بڑے ہی مردم خیز خطے طوس کا یہ متوطن ساتویں صدی ہجری مطابق تیرھویں صدی عیسوی میں گزرا ہے۔

براؤن^۷ نے قانعی کا ذکر درج ذیل دو طویل جملوں میں کیا ہے :

“Mention may here be made of a little-known poet called Qanii, who fled from his native town of Tus in Khurasan before the terrible Mongol invasion, escaped to India and thence made his way westwards by Aden, Mecca, Medina, and Baghdad to Asia Minor, where he attached himself to the court of the Seljuq rulers of Qonya, for whom he composed an immense versified history of the dynasty on the model of the *Shahnama* and a metrical rendering of the celebrated book of *Kalila and Damma* of which a manuscript (ADD 7766) belonging to the British Museum is described by Rieu, from whom these particulars are taken. In virtue of these and other poetical productions, of which he boasted that they filled thirty volumes and amounted to 3,00,000 “Bayts”, he

received the title of "Malikush Shuara", and he lived long enough to compose an elegy on the death of the great Jalal-ud-Din Rumi, who died, as already mentioned, in 672/1273."

برا کلن کے مختصر تر بیان میں کچھ اور معلومات کا اضافہ ہے :

"A metrical version of the book was given by Ahmad bin Mahmud al-Tusi Kanii, a contemporary of Jalal al-Din Rumi at Konya, whither he had fled before the Mongols from his native city of Tos, for Sultan Izz al-Din Kaikaus (643-662—1244-1263), probably based on Nasr Allah's translation, which, however, he nowhere mentions."

قانعی نے اپنی مثنوی "کلیلہ و دمنہ" کے مقدمے میں جو افسوس کہ سر راس کے طبع کردہ متن میں شامل نہیں ہے کچھ جگہ بتی لکھی ہے جو کافی حد تک اس کی آپ بتی بھی ہے۔ براؤن اور برا کلن کے اقتباسات اسی مقدمے سے ماخوذ رہو گے مفصل تذکرہ قانعی سے مستفاد ہیں۔ ریو نے صفحہ ۵۸۲ پر جو بیانات مقدمہ قانعی سے منقول کیے ہیں ان کے باقی ماندہ اہم اجزاء کا خلاصہ پیش ہے۔ قانعی راوی ہے کہ خراسان میں ایک مقبول عام سخن ور کی حیثیت میں وہ بڑی اچھی زندگی گزار رہا تھا کہ وہاں اس کا کوئی مد مقابل نہ تھا۔ ۶۱۷ھ/۶۱۹ء کے قریب سلطنت منگواؤں کی یلغار کی زبردست زد میں آئی جن کی ہوا کردہ شکست و ریخت کے نتیجے میں خوارزم شاہ کو مازندران کے سمندر کی طرف فرار ہونا پڑا۔ قانعی برصغیر کا سفر اختیار کرنے پر مجبور ہوا جہاں سے بذریعہ جہاز عدن چلا گیا۔ ازاں بعد وہ مکہ، مدینہ کی زیارت کرتا ہوا براہ بغداد روم جا پہنچا جہاں کی قباد (۵۶۱ھ تا ۵۶۳ھ/۵۶۱ تا ۵۶۳ء) حکمران تھا۔ قباد کی سرپرستی میں قانعی کے سنہری دن لوٹ آئے۔ اس نے "ساجوق نامہ" کے زیر عنوان "شاہ نامہ" کے طرز پر شاہی خانوادے کی تاریخ میں بھاری بھر کم مثنوی تصنیف کی جس کا وزن بقول خود ایک اونٹ کے برابر تھا۔ قانعی بعد ازاں کیخسرو (۵۶۳ھ تا ۵۶۴ھ/۵۶۳ تا ۵۶۴ء) کے بھی دربار سے منسلک رہا۔ اس کے بعد کیخسرو کے بڑے بیٹے سلطان عز الدین کییکاؤس کا دور آیا جو منگول سرپرستی میں بیس سال جاری رہا۔ قانعی کے مدوحوں میں یہ آخری بھی تھا اور ہمارے لیے سب سے اہم بھی۔ کیوں کہ شاعر نے اسی کے لیے منظومہ "کلیلہ و دمنہ" تخلیق کیا اور اس کے ہر دفتر یا باب کے آخر میں عز الدین کییکاؤس کی تعریف میں چند اشعار افزوں کیے۔¹⁰ ہمارا شاعر مقدمے میں فخر سے کہتا ہے کہ چالیس سال میں تین

سلجوق سلاطین اس کے مدح رہے اور اس کا کلام تیس جلدوں میں آیا اور اشعار کی تعداد تین لاکھ تک پہنچی۔ بقول ریو افلاکی نے قانعی کو ملک الشعرا لکھا البتہ ہمارے شاعر کو یہ روایتی خطاب کس مدح نے دیا یہ مستحق نہ ہو سکا۔ تاہم قیاس غالب ہے کہ یہ خطاب کیقباد نے عطا کیا ہوگا جس کے لیے قانعی نے ضخیم ترین مثنوی ”سلجوق نامہ“ تصنیف کی۔

ریو نے یہ بھی دریافت کیا کہ قانعی کے ہم عصر افلاکی نے اس کا ان معتقدین کی فہرست میں اندراج کیا جنہوں نے مرشد رومی کو آخری خراج عقیدت پیش کیا تھا۔ آئے دن کی منقلب اور دگرگوں سیاسی صورت حال اور منگولوں کی تاخت و تاراج سے اس آشفتمند دور میں قانعی نے بڑی عمر پائی۔ ۱۲۱۹ء کے خراسان اور طوس کیا تمام تر ایران اور ایشیائے کوچک میں ہوا فساد فی الارض کے وقت جب کہ قانعی کا بقول خود طوطی بولتا تھا اگر وہ تیس ایک برس کا تھا تو ۵۵ برس بعد ۵۶۷۲ء میں مولانا رومی کے سانحہ ارتحال تک وہ قریب ۸۵ برس کا ضعیف العمر ہو چکا تھا۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ مزید کتنی مدت زندہ رہا مگر ظاہراً اس کے شاعرانہ عروج کا سنہری دور گزر چکا تھا۔ ریو نے ”کلیلہ و دمنہ“ قانعی کی تخلیق ۱۶۶۰ء/۵۶۵۸ء اور استاد قریب نے ۵۶۵۵ء کی قرار دی ہے۔ قانعی سلطان کیکاؤس کے بیس برس کے عہد میں ۵۶۴۲ء سے ۵۶۶۲ء تک اس کے دربار سے وابستہ رہا اور اس مناسبت سے اس کا زمانہ تصنیف اس عرصے کا بہر طور قرین قیاس ہے۔

قانعی بقول ریو اپنا ماخذ نہیں بتاتا ہے اور صرف یہ کہتا ہے کہ نثر کو شعر میں ڈھال رہا ہوں، مگر ایران قدیم کی داستانی شخصیت ہرجمہر یا حکیم ہرزوئیہ کا افسانہ ریو کو ابوالمعالی نصر اللہ سے مستفاد محسوس ہوتا ہے۔ براکمن نے بھی اس بنیاد پر کہ شاعر ”کلیلہ و دمنہ“ بہرام شاہی کا جستہ جستہ نام لیتا ہے ”کلیلہ و دمنہ“ قانعی کو نصر اللہ مستوفی کے ہی ترجمے پر مبنی خیال کیا ہے۔ یہ امر یقینی ہے کہ ابن المقفع کے عربی ترجمہ ”کلیلہ و دمنہ“ سے ماخوذ فارسی کا کوئی معیاری و مستند ادبی ترجمہ ماسوائے کلیلہ و دمنہ بہرام شاہی نصر اللہ قانعی کے زمانے میں مروج اور مقبول خاص و عام نہ تھا۔ ”کلیلہ و دمنہ“ قانعی کا مکمل متن جب تک موجود نہ ہو اس کے تحریری ماخذ و منابع کی قطعیت غیر ممکن ہوگی یا کم از کم غیر حتمی رہے گی۔ یہ ممکن ضرور ہے کہ قانعی نے ابوالمعالی نصر اللہ کے ہی ترجمے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے منظومے میں اسی ”کلیلہ و دمنہ“ بہرام شاہی کی ترتیب اور قصہ نگاری کو اختیار کیا ہو۔

مثنوی ”کلیله و دمنہ“ قانعی کا جو مختصر حصہ زیر بحث ہے، اس کی مدد سے شاعر کی فنی صلاحیت اور قوت تخلیق کے بارے میں وثوق سے کچھ عرض کرنا مشکل ہے۔ البتہ روئے زمین پر طویل عرصے تک مسلط رہنے والے خون آشام فساد کے اس قیامت خیز زمانے میں ایسے طویل منظومے کی تصنیف کچھ کم تعجب انگیز نہیں ہے۔ مثنوی کی نمایاں خصوصیات پر سلجوقی عہد کی اعلیٰ ادبی روایت کی اثر اندازی علانیہ محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ زبان صاف واضح اور قصہ نگاری کا طرز بیان سلیس اور سادہ ہے۔ فارسی زبان و ادب کے اپنے ذخیرہ الفاظ سے بیش از بیش اخذ و استفادہ کے فیضان مثنوی رواں دواں اسلوب کی حامل ہو گئی ہے۔ باہیں ہمہ قصہ گوئی کے انداز میں افراط و تفریط کو بالیکلیہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس مثنوی پر قدیم روایات کا عکس دکھائی دیتا ہے جب کہ اس کی خامیوں کے پس منظر میں ایک پر آشوب عہد کی کارفرمائی دیکھی جا سکتی ہے۔ متعاقب ادوار میں فارسی کے نثری اور منظوم ادب میں تدریس ہی منقلب ہو گئی اور فراری ذہنیت کے باعث قاری اور مصنف سبھی شان و شوکت الفاظ کے دلدادہ ہو گئے۔ ممکن ہے کہ زیادہ تفصیلی اور عمیق جائزے کے نتیجے میں ”کلیله و دمنہ“ قانعی دو ادبی قرونوں کے جھٹٹے کے وقتوں کی چیز محسوس ہو۔ ہمارا تخلیق کار جہاں عظمت رفتہ کے باقیات الصالحات کا امین معلوم ہوتا ہے۔ وہیں جاریہ ادبار کی نشانیاں بھی اس کے تصنیفی عمل پر سایہ فگن نظر آئیں گی۔ اس کے بقول شاعر باصلاحیت ضرور ہے^{۱۱} :

“Qanii writes with a rare simplicity of style and his method of treatment is on the side of discoursiveness.”

ڈینی سن راس کو ”کلیله و دمنہ“ کے سلسلے کے عربی فارسی حکایاتی ادب کے منظوم و منثور کارناموں کے علاوہ مستشرق کرسٹن سن^{۱۲} کی طرح ساسانی دور کی داستانی شخصیت برزجمہر یا برزوثیہ حکیم کی حقیقت و اصلیت کی جستجو سے بھی علمی دلچسپی تھی۔ اس تعلق سے اپنی تدقیق کے نتائج پیش کرتے ہوئے سر راس نے ابتدا میں متذکرہ ایک ایک عربی اور فارسی منظومے کو متعارف کرایا اور برزوثیہ طبیب کے خاص حوالے سے دونوں کے چند بند طبع کروائے۔ اس طرح ”مثنوی کلیله و دمنہ“ قانعی کا صرف وہی حصہ منظر عام پر آ سکا جو اس نے ہرٹس میوزیم کے قلمی نسخے کے اوراق نمبر ۱۳ تا ۱۷ سے لے کر اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز کے ہائن کے صفحات ۴۵ تا ۴۷ پر شائع کروایا ہے۔ اس اقتباس

کا ابتدائی ملاحظہ ہو :

آغاز کتاب کلیلہ و داستان برزویہ طیب

بآغاز برزویہ نیک مرد میان بزرگان چنین یاد کرد
کہ چون او حکیمے زمانہ ندید نگنجد درین هیچ گفت و شنید
وگرخواستی و ندران دم زری تن مرده از گور باز آمدی

حوالہ جات

- 1- اس اجمال کی ذیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم الحروف کی ایک گذشتہ تحریر :
”تکر و تکر“ علی گڑھ ، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۲ : ”سامانی عہد کا نثری ترجمہ
کلیلہ و دمنہ“ ، صفحہ ۴۶ ، ۶۴ -
2. E. D. Ross : An Arabic and a Persian Metrical Version of
Burzoe's Autobiography from "Kalila and Dimna", B.S.O.C., 1926,
pp. 455-472.
- 3- یہ نظم جلال الدین الحسن بن احمد النقاش کی ہے جس کے صرف دو مخطوطے
ریو کے ہاں مذکور ہیں۔ ایک برٹش میوزیم میں نمبر اوریشنٹل OR 3626 پر
ہے اور دوسرا بیروت کے کیتھولک فادر سن کے کتاب خانے میں۔ ملاحظہ ہو
راس بحوالہ بالا نیز ریو کا برٹش میوزیم کے عربی کے خطی نسخوں کا ضمنی
کیٹلاگ ، صفحہ ۳۵ و مابعد۔
4. Rieu : Catalogue of Persian Manuscripts at British Museum
Vol. II, p. 582.
- 5- ڈینی سن راس، بحوالہ گذشتہ۔
- 6- ”مناقب العارفین“ نسخہ برٹش میوزیم ADD 25025 ، ورق ۱۴۲ -
- 7- عبدالعظیم قریب : کتاب ”کلیلہ و دمنہ بہرام شاہی“ تہران ، چاپ ۹ ،
مقدمہ ، صفحہ ۵ -